بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نقد و نظر

زیرِ نظر شمارے کا آغاز حسبِ معمول ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم و مغفور کے فکر انگیز مقالے "داعیۂ جبلّت اور داعیۂ نفس" سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ انسان کے اندر کسی نصب العین کی محبت بالکل فطری طور پر ودیعت کی گئی ہے اور کوئی ذی شعور فرد اس جذبے سے محروم نہیں رکھا گیا، کیونکہ نصب العین کے ساتھ سچی اور گہری وابستگی ہی سے اُس کے افکار و نظریات میں ہم آہنگی اور افعال و اعمال میں توازن پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس نصب العین کی سربلندی کے جذبے سے سرشار ہو کر ہی وہ اپنی صلاحیتوں کو تعمیر و ترقی کی راہ پر لگاتا ہے جو انسان نصب العین کے عشق سے لذت آشنا نہیں وہ صحیح معنوں میں انسان نہیں بلکہ راکھ کا ڈھیر ہے جسے زندگی کے خفیف جھونکے بھی بڑی آسانی سے منتشر کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس بیش قیمت مقالے میں اس حقیقت کا بھی اظہار کیا ہے کہ انسان عام طور پر ایک ہی نصب العین سے وابستگی پیدا کر کے مطمئن نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اور طویل تجربے اور جدوجہد کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اس کے لیے صحیح نصب العین کا تعین صرف مذہب ہی کر سکتا ہے بشرطیکہ مذہب کا تصور محدود اور ناقص نہ ہو، کیونکہ مذہب کا محدود اور ناقص تصورِ حیاتِ انسانی کے سارے داعیات کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتا۔

اس شمارے کا دوسرا مقالہ "اسلام کا مستقبل" ہے جس میں ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے علمی انداز میں ثابت کیا ہے کہ عصرِ حاضر کی تڑپتی ہوئی روح صرف اسلام کی آغوش میں پناہ لے کر ہی اپنی تسکین کا سامان فراہم کر سکتی ہے۔ دورِ جدید کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ سیاسی نظریات اور معاشی مفادات کو بڑے انقلاب انگیز تصورات خیال کیا جا رہا ہے اور ان کے بغیر کسی خوش آئند تبدیلی کا تصور نہیں کیا جا سکتا، درآنحالیکہ خود سیاسی تصورات اور معاشی مفادات کی بہتر تکمیل اسلام کے سوا ممکن نہیں اور مذہب و اخلاق کا لایا ہوا انقلاب ہی دیرپا اور دُور رس نتائج کا حامل ہوتا ہے۔

جناب محمد طفیل صاحب نے "پاکستان اور سیکولر نظامِ تعلیم" کے موضوع پر بحث کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ

اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آنے والی اس ریاست کے لیے دینی نظامِ تعلیم کی ترویج اس کے حفظ و بقا کے لیے ناگزیر ہے۔ انہوں نے اسلامی نظامِ تعلیم کے بارے میں پیدا شدہ شکوک و شبہات کا تفصیلی جائزہ لے کر ان تمام شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے جو اس کے بارے میں بعض دماغوں میں پائے جاتے ہیں۔ آخر میں انہوں نے اس بات کو بھی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسلامی نظامِ تعلیم کو دنیا کے دوسرے نظامہائے تعلیم کے مقابلے میں بڑے فخر اور اعتماد سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسلام، انسان کو تحصیلِ علم پر اُبھارتا ہے اور اسے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا نہ صرف واضح شعور عطا کرتا ہے بلکہ انہیں صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے اس کے اندر قوتِ عمل بھی پیدا کرتا ہے۔ اس نظامِ تعلیم میں دوسرے علوم و فنون کو اپنے اندر سمونے کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے۔ فاضل مضمون نگار کے قول کے مطابق ان اوصاف کے حامل نظامِ تعلیم کو تدریس کے ہر مرحلے پر بغیر کسی دقّت کے نافذ کیا جا سکتا ہے۔ ابتدائی مرحلے میں اسلام کے ایسے بنیادی اصولوں کی تعلیم پر پوری توجہ صرف کرنے کی ضرورت ہے جو ہر مسلک سے تعلق رکھنے والوں کے لیے قابلِ قبول ہو۔ بعد کے مراحل میں سائنس اور صنعیات کی تعلیم پر زور دینے کی ضرورت ہے مگر اس انداز سے کہ نوخیز نسلوں کے دل و دماغ میں اسلامی معتقدات راسخ ہوتے چلے جائیں۔

جناب خالد علوی صاحب نے اپنے معلومات افزا مقالے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبہ کے دو خاص پہلوؤں، معاشی اور معاشرتی کا تعارف کرایا ہے۔ حضورؐ سرورِ دوعالم نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے کسبِ معاش کے لیے تجارت کیا کرتے تھے اور زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح انہوں نے اس شعبے میں بھی دیانت، امانت، صداقت اور راست روی کا ایک ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اعلانِ نبوت کے بعد چونکہ آپ کی ساری توجہ صرف اللہ کے دین کو پھیلانے پر مرکوز ہو گئی اس لیے وہ معاش کے لیے کوئی باقاعدہ تگ و دو نہ کر سکے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضورؐ کی زندگی عُسرت میں بسر ہونے لگی مگر اس عُسرت میں حضورؐ اور اُن کے اہلِ خانہ نے توکل، قناعت اور ایثار کا ایسا دلگداز نقشہ پیش کیا جو پوری انسانیت کا سرمایۂ افتخار ہے اور جسے دیکھتے ہوئے انسان اس حقیقت کو محسوس کرتا ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو اللہ کے رازق ہونے کا یقین ہے اور جو آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی چند روزہ زندگی کو بالکل ہیچ سمجھتے ہوں اُن کی نظر میں دنیوی ساز و سامان پرِ کاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔

حضورؐ کی معاشرتی زندگی کے تذکرے میں پروفیسر خالد صاحب نے دو پہلوؤں کو واضح کیا ہے، ایک عظمتِ انسان کے بارے میں حضور سرورِ دوعالم کا تصوّر اور اس کا عملی زندگی میں اظہار اور دوسرے سماجی روابط میں حضورؐ کا بے مثال کردار

جناب خالد صاحب نے اپنے اس بیش قیمت مقالے میں جو باتیں کی ہیں اُن کے لیے قرآن و سنّت سے شواہد فراہم کیے ہیں۔ اس اشاعت میں ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب کا ایک خطبہ بعنوان " دورِ اسلامی میں ابتدائی تعلیم کا انداز " بھی شامل ہے۔ اس خطبے میں جناب ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ اسلام میں تعلیم کی غایت انسان کو نیک اور باخدا بنانا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف ابتدائی تعلیم کو بیا اور ناموں سے شروع کرتے تھے۔ بچوں کو محنت کوش بنانے اور ان کے اندر سپاہیانہ صلاحیتیں پیدا کرنے کا باقاعدہ التزام کیا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ صنعت اور ہنر مندی کی طرف بھی خاص توجہ دی جاتی تھی تاکہ نوجوان تعلیم حاصل کر لینے کے بعد معاشرے میں عزت و احترام کے ساتھ اپنی روزی کما سکیں لیکن افسوس کہ آج فنونِ لطیفہ کے نام سے، گانے بجانے، مجسّمے بنانے اور اس طرح کی دوسری فضول سرگرمیاں تعلیم کا لازمی حصّہ بن کر رہ گئی ہیں اور اسی وجہ سے نئی نسل، نورِ ایمان سے محروم اور اخلاقِ حسنہ سے عاری ہے۔

خودی اور آخرت کی پانچویں قسط میں جناب مظفر حسین صاحب نے خودی کے بقائے دوام کے بارے میں علّامہ اقبال کے نظریات کی مزید وضاحت کی ہے۔ علّامہ اقبال نے ' مردِ حُر ' یا مردِ آزاد کے جو الفاظ استعمال کیے ہیں اس سے بعض اذہان میں بجا طور پر خلجان پیدا ہوتا ہے کہ بقائے دوام کو ایمان کے بجائے آزادی سے مشروط کر دینا صحیح نہیں۔ فاضل مقالہ نگار نے اس خلجان کو دُور کرنے کی کوشش کی ہے۔ علّامہ اقبالؒ کے نزدیک " مردِ حُر " یا " مردِ آزاد " سے مُراد مومن ہی ہے جو اپنی للّٰہیت کی وجہ سے اپنی شخصیت کو ایک ایسی ماورائی شخصیت میں تبدیل کر لیتا ہے جسے مردِ آزاد یا مردِ حُر یا عبدہٗ کہہ کر ہی اس کائنات میں اس کی صحیح حیثیت کو واضح کیا جا سکتا ہے نیز انہوں نے علّامہ اقبالؒ کے بعض شارحین کی پھیلائی ہوئی اس غلط فہمی کو بھی دُور کیا ہے جس کی وجہ سے وہ علّامہ اقبال کے نظریۂ زمان کو برگساں سے مستعار قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ اقبالؒ کے نزدیک زمانِ حقیقی برگساں کی دورانِ خالص نہیں ہے بلکہ معیتِ الٰہی کی وہ ساعت ہے جس میں بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کا رفیق کار بن کر زمانہ کو اپنے تابع کر لیتا ہے۔

دو ماہی " اسلامی تعلیم " ۱۹۷۲ء کا مکمل سیٹ

دستیاب ہے قیمت صرف دس روپے

سرکیولیشن منیجر